

حرفِ آغاز

قومیں کیوں ہلاک ہوتی ہیں؟

(قرآن مجید کا مطالعہ)

سید جمال الدین عمری

انسان اس بات کا محتاج ہے کہ اس پر زندگی کی صراطِ مستقیم واضح ہو۔ دنیا کی کامیابی اور آخرت کی فوز و فلاح سے پوری طرح باخبر ہوتا کہ محض بے خبری اور ناواقفیت کی وجہ سے اسے تباہی اور ہلاکت سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اسی لیے آتے ہیں اور دلائل کے ساتھ دنیا اور آخرت کی کامیابی کی راہ اس پر کھول دیتے ہیں۔ جو قوم ان کی ہدایات کو ٹھکراتی ہے وہ راہِ راست سے بھٹک جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کے عذاب کی مستحق قرار پاتی ہے۔ جو قوم اس طرح تباہ ہوئیں قرآن مجید نے بار بار ان کا تذکرہ کیا ہے۔ سورہ ق میں ان میں سے بعض کا ذکر ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ
أَصْحَابُ الرَّسِّ وَ قَوْمُؤهُوَ وَعَادٌ
وَ فِرْعَوْنُ وَ إِخْوَانُ لُوطٍ ه
وَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ وَ قَوْمُ ثَمُودَ
مَنْ كَذَّبَ الْاَوْسُلَ فَفُحِّ وَ عِيْدِهِ (ق: ۱۲-۱۴)

ان سے پہلے قوم نوح، کنوئیں والے،
قوم ثمود، قوم عاد، فرعون اور لوط کے بھائی
بن کے رہنے والے (قوم ثیب) اور تبع کی قوم
جھٹلا چکی ہے۔ ان سب نے رسولوں کی
تکذیب کی پس میری وعید ان پر پوری ہو کر رہی

یہی بات سورہ غافر میں ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ
الْأَحْزَابُ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَ قَوْمُ
مَنْ كَذَّبَ بَرَسُو لَهُمْ لِيَأْخُذَهُ

ان سے پہلے قوم نوح اور اس کے
بعد کتنے ہی گروہوں نے تکذیب کی اور
ہر امت (کے اشرار) نے اپنے رسول کو

وَجَدَلُوا ابْنًا طِيلًا لِيُدْحَضُوا
بِهِ الْحَقَّ فَآخَذْتُهُمْ قَفًّ
فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ه
(غافر: ۵)

پکڑنے (اور قتل کرنے) کا ارادہ کیا اور باطل
کے ذریعہ بحث و تکرار کرنے لگے تاکہ اس
کے ذریعہ حق کو دبا دیں۔ پس میں نے
انہیں پکڑ لیا۔ پھر کیسا تھا میرا عذاب۔

جو قومیں اس طرح ہلاک اور تباہ ہوئیں وہ اپنے زمانہ کی ترقی یافتہ قومیں تھیں، مادی لحاظ سے بام عروج پر پہنچی ہوئی تھیں، ان میں سے بعض علم و فن اور صنعت و حرفت میں بڑی نمایاں تھیں، انہیں اپنی تہذیب اور کلچر پر ناز تھا اور وہ خود کو دوسروں سے برتر تصور کرتی تھیں۔ وہ دنیوی معاملات میں بڑی زیرک اور ہوشیار تھیں اور اپنے بھلے برے کافر قچھی طرح سمجھتی تھیں، لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی مخالفت کی، ان کی ہدایات کو ٹھکرایا اور اللہ کی نافرمانی اور معصیت پزچی رہیں تو دنیا کی کوئی طاقت انہیں تباہی اور ہلاکت سے نہ بچا سکی۔ ان کا علم، ان کی ہوشیاری اور ان کی شان و شوکت سب کچھ فنا کے گھاٹ اتر گئی۔ قرآن نے ایک جگہ اس طرح کی قوموں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

فُلًا آخَذْنَا بِذُنُبِهِمْ فَمَنَّهُمْ
مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا
وَمِنْهُمْ مَّنْ آخَذْتَهُ
الصَّيْحَةَ وَمِنْهُمْ مَّنْ
خَسَفْنَا بِهِ الْأَرْضَ وَ
مِنْهُمْ مَّنْ أَعْرَفْنَا وَ مَا
كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ
كَانُوا أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ
(العنكبوت: ۲۰)

پھر ہم نے ان سب کو ان کے
گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا۔ ان
میں سے بعض وہ تھے جن پر ہم نے کنڈ
اور تھیر والی آندھی بھیجی ان میں سے
بعض کو ایک ہولناک چیخ نے پکڑ لیا اور
بعض وہ تھے جن کو ہم نے زمین میں دھسا دیا
اور ان میں سے بعض کو ہم نے غرق کر دیا
اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے بلکہ
وہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے تھے۔

آیت کا آغاز ہی چونکا نے اور آنکھیں کھول دینے والا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
جس قوم کو بھی پکڑا اس کے گناہوں کی پاداش میں پکڑا۔ اللہ کی گرفت بلاوجہ نہیں ہوتی۔
جب بھی کسی قوم پر اس کا عذاب آتا ہے تو اس کے اعمال بد کے نتیجے میں آتا ہے۔ اس

کے عذاب کی مختلف شکلیں رہی ہیں۔ قوم عاد پر جو عذاب آیا اس کے اظہار کے لیے یہاں لفظ حاصب آیا ہے۔ حاصب، اس آندھی کو کہا جاتا ہے جس میں سنگ ریزے ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آندھی صرف مٹی ہی نہیں اڑا رہی تھی، بلکہ اس میں سنگ ریزے بھی شامل تھے۔ ایک اور موقع پر فرمایا کہ اس قوم پر سات رات اور آٹھ دن ایسا سخت طوفان آیا اور اتنی شدید آندھی چلی کہ وہ ڈھیر ہو کر رہ گئی، ہر طرف اس کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ کھوکھلے درختوں کی طرح اس آندھی نے اسے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اس کا کوئی فرد بچ نہ پایا۔ (الحاقہ: ۷-۸)

قوم لوط کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ پوری بستی تو وبالاکر کے رکھ دی گئی اور اس پر مسلسل پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ قوم عبرت کا ذریعہ بن کر رہ گئی، اللہ کے عذاب سے ڈرنے والے اس سے درسِ عبرت اور نصیحت حاصل کرتے رہیں گے۔ (ہود: ۸۲-۸۳، الحجر: ۷۴-۷۵، الذاریات: ۳۲-۳۴، القمر: ۳۲-۳۹)

قوم ثمود ایک بھیانک آواز سے ختم ہو گئی۔ قرآن کا ایک دوسرا بیان ہے کہ اس قوم پر زلزلہ آیا تھا۔ (الاعراف: ۷۸) ہوسکتا ہے کہ اس سے ایسی بھیانک آواز نکلی ہو کہ کھلیے شق ہو گئے ہوں۔ اس کا بھی امکان ہے کہ زمین میں بھونچال آیا ہو اور آسمان سے کسی خوفناک آواز یا بجلی کی زبردست کڑک نے اسے موت کی آغوش میں پہنچا دیا ہو۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیسی آواز تھی جس نے ہمیشہ کے لیے اسے حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا اور اس کا کوئی ایک فرد بھی اپنا حال بتانے کے لیے باقی نہ رہا۔

اللہ تعالیٰ کے بعض نافرمان بندے وہ بھی تھے کہ زمین شق ہوئی اور وہ اس میں سنا گئے۔ ہامان کے ساتھ ہی ہوا۔ اس کا تعلق حضرت موسیٰ کی قوم سے تھا لیکن اس نے راستہ فرعون کا اختیار کر رکھا تھا۔

حضرت نوحؑ تو نو سو پچاس برس تک اپنی قوم کو اللہ کے دین کی طرف بلاتے رہے۔ لیکن صدیوں کی کوشش کے باوجود ان کی قوم نے ان کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت نوحؑ نے اللہ تعالیٰ سے اس قوم کی اصلاح سے مایوسی کا اظہار کیا اور اس کی تباہی کی دعا کی اور وہ نذرِ طوفان ہو کر رہ گئی۔ سورہ انبیاء میں چند جملوں میں اس کی تصویر کشی اس طرح کی گئی ہے۔

وَلَوْحًا اِذْ نَادَىٰ مِنْ قَبْلُ
فَاَسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنَاهُ وَ
اَهْلَهٗ مِنَ الْكُرْبِ الْعَظِيمِ ۝ وَ
نَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا
بِآيَاتِنَا اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا
سَوِيْءًا فَاَعْرَضْنَا عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝

(الانبیاء: ۷۶-۷۷)

(ابراہیم اور لوط سے) قبل لوح نے
پکارا تھا۔ ہم نے اس کی پکار سنی اور اسے
اور اس کے گھر والوں کو بڑے کرب سے
نجات دی اور ہم نے اس قوم کے مقابلہ
میں اس کی حفاظت کی جس نے ہماری
آیتوں کی تکذیب کی۔ بے شک وہ برے
لوگ تھے۔ ہم نے ان سب کو غرق کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، اس کی ہدایت سے بے نیازی اور حضرت موسیٰ کی تکذیب
کا یہ نتیجہ نکلا کہ فرعون اور اس کی پوری قوم غرق دریا ٹے نیل ہو گئی۔ ارشاد ہے۔

وَفِي مَوْسَىٰ اِذْ اُرْسَلْنَاهُ
اِلَى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ
فَتَوَلَّىٰ بِرُكْبٰنِهٖ وَقَالَ سَلْحُوْا
اَوْ مَحْبُوْبُوْنَ ۝ فَاَحْذَثْلُهٗ وَ
حٰنُوْدًا فَنِيْدَ لَهُمْ فِي
الْيَمِّ وَهُوَ مُلْمِيْمٌ ۝

(الذاریات: ۳۸-۴۰)

اور موسیٰ کے واقعہ میں عبرت ہے
جب کہ ہم نے اسے کھلی دلیل کے ساتھ
فرعون کے پاس بھیجا۔ اس نے اپنے
اعیانِ سلطنت کے ساتھ مونہ موڑ لیا
اور کہا کہ یہ جادو گر یا مجنون ہے۔ پھر ہم
نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا
اور انہیں سمندر میں پھینک دیا اور وہ
مستحقِ ملامت تھا۔

سورہ اعراف میں فرعون اور اس کے لشکر کی تباہی کا ذکر ان الفاظ میں آ رہا ہے۔

فَاَنْتَقَمْنَا مِنْهُمْ
فَاَعْرَضْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِآيَاتِنَا
كَذٰلِكَ اَبَايْتُنَا وَكَانُوْا عَنْهَا
غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۳۶)

پس ہم نے ان سے انتقام لیا اور
انہیں سمندر میں غرق کر دیا۔ اس لیے
کہ انہوں نے ہماری آیات کی تکذیب
کی اور ان سے بالکل غفلت برتی۔

اس طرح کی بعض اور قوموں کا بھی قرآن نے ذکر کیا ہے۔ قوموں کی اس
ہلاکت اور تباہی کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کے رسولوں کی دعوت
کو ٹھکرانے کے بعد افراد کی بھی اور قوموں کی بھی پوری زندگی کا رخ غلط ہو جاتا ہے اور وہ

یہ زمین پر باربن جاتی ہیں۔ ان کے لیے تباہی مقدر ہو جاتی ہے۔ اسے وہ ٹال نہیں سکتیں۔ سوال یہ ہے کہ قومیں تباہی اور بربادی کا روٹیہ کیوں اختیار کرتی ہیں؟ اس کے اسباب بھی قرآن نے بیان کیے ہیں۔

استکبار فی الارض

قوموں کی تباہی کا ایک سبب قرآن کے نزدیک استکبار فی الارض ہے، یعنی اللہ کی زمین میں خود سری کی روش اختیار کرنا اور اپنے مقابلے میں ہر ایک کو بیچ اور کم تر سمجھنا اور خیر خواہوں کی نصیحت اور خیر خواہی کو حقارت سے ٹھکرا دینا جب کوئی فرد یا قوم اس زعم میں مبتلا ہو جائے کہ وہ سب سے بلند و برتر ہے، وہ عقل کل ہے اور سب نادان اور بے وقوف ہیں اور اپنے علم و فن اور اپنی سیاسی، معاشی اور تمدنی ترقی پر اترانے لگے تو اپنی تباہی کو خود دعوت دینے لگتی ہے۔ حضرت نوح کی قوم نے جس طرح اپنی دعوت سے بے رحمی برتی اور اس کے ساتھ حقارت آمیز رویہ اختیار کیا اس کے پیچھے ہی استکبار تھا، حضرت نوح اللہ تعالیٰ سے بڑے ہی درد کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

نوح نے کہا، اے میرے رب میں نے	قَالَ رَبِّ اِنِّي كَعَدْتُ
اپنی قوم کو شب و روز دعوت دی۔ لیکن	تَوَحَّيْ لَيْلًا وَّ نَهَارًا هَ كَلَّمْتُ
میرے بلانے سے وہ اور زیادہ بھاگتے رہے،	يَزِدُّهُمْ دُعَاؤِي حَتَّى الْاِلْتِرَادَهِ
جب کبھی میں نے انھیں دعوت دی کہ	وَ اِنِّي كَلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لَتَنْفُرُنَّ
(وہ تیری طرف پلٹیں تاکہ) تو ان کو معاف	جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِيْ اْاَذَانِهِمْ
کردے تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے	وَ اسْتَعْسَفُوْا اِنِّيَاْبَهُمْ وَاَصْرُوْا
کانوں میں کر لیں اور اپنے اوپر پکڑے بیٹھ	وَ اسْتَكْبَرُوْا اسْتِكْبَارًا ۝ ۱
لیے ادبم گئے اور بڑے تکبر کا مظاہرہ کیا۔	(نوح: ۵-۷)

قوم عاد و ثمود کی تباہی و بربادی کا ذکر ہے۔ فرمایا قوم عاد کو اپنی قوتِ بازو، فنی بہارت اور تمدنی ترقی پر ناز تھا۔ وہ کسی کو اپنا حریف نہیں سمجھتی تھی۔ وہ اس میں اپنی توہین تصور کرتی تھی کہ حضرت ہود کی ہدایت اور نصیحت کو مان کر اپنی روش بدل دے

اور اللہ واحد کی عبادت اور بندگی کی راہ اختیار کر لے۔

فَأَمَّا عَادًا فَاسْتَكْبَرُوا فِي
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَكَاوُوا
مَنْ أَسَدًا مِمَّا قَوْمَهُمْ ۗ أَوْلَمْ
يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ
هُوَ أَسَدٌ مِنْهُمْ قَوْمًا ۗ وَكَانُوا
بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۗ فَادْرَأْنَا
عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ
لَّحِيسَاتٍ لِنَذِيقَهُمْ عَذَابَ
الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۗ
وَ لِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْزَبَىٰ وَهُمْ
لَا يُصْرُونَ ۗ (فصلت: ۱۵-۱۶)

پس قوم عاد نے زمین میں نخوت کا
ناحق مظاہرہ کیا اور کہا کہ ہم سے زیادہ
طاقت ور کون ہے؟ کیا انہوں نے نہیں
سوچا کہ جس خدا نے انہیں پیدا کیا ہے وہ
ان سے زیادہ قوت کا مالک ہے اور ہماری
آیات کا انکار کر رہے تھے۔ پس ہم نے
ان پر سخت آندھی بھیجی ایسے دنوں میں
جو ان کے لیے منحوس تھے، تاکہ ان کو
دنیا کی زندگی کا عذاب چکھائیں اور آخرت
کا عذاب تو وہ اس سے زیادہ سوا کس
ہے۔ وہاں ان کی کوئی مدد نہ ہوگی۔

حضرت صالح نے قوم ثمود کے سامنے اللہ کا دین اس طرح پیش کیا کہ اس کا حق ہونا
ثابت ہو گیا اور ان کی غلط روی کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں رہ گئی، لیکن اس نے سب کچھ
جانتے بوجھتے ہدایت کی جگہ ضلالت کو ترجیح دی اور روشنی کی جگہ ظلمت کو اختیار کیا۔ بالآخر
اس کے فطری نتیجے سے دوچار ہو کر رہی۔

وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ
فَأَسْتَحْبُوا الْعَصَىٰ عَلَىٰ
الْهُدَىٰ فَآخَذْنَا مِنْهُمُ صَبِغَةً
مِّنَ الْعَذَابِ الَّتِي لَمْ يَمْسِكُوا
يَكْسِبُونَ ۗ (فصلت: ۱۷)

اور ثمود کو ہم نے راہ دکھائی لیکن
انہوں نے ہدایت اور روشنی کے مقابلے
میں اندھے پن کو پسند کیا تو ان کو سوا کس
عذاب کی کڑک نے پکڑ لیا۔ ان کے
اعمال کا نتیجہ تھا جو وہ کر رہے تھے۔

حضرت موسیٰ نے فرعون، ہامان اور قارون کے سامنے اس بات کے واضح
دلائل پیش کیے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور اسی کا دین پیش کیا، لیکن انہوں نے سرکشی
کا مظاہرہ کیا اور اسے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ ایک وقت آیا کہ حضرت موسیٰ کو مصر
چھوڑنا پڑا۔ اس کے بعد فرعون اور اس کی قوم اپنے تمام وسائل و ذرائع اور شان و

شوکت کے باوجود اللہ کی گرفت سے نہ بچ سکی۔

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا
فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا
سَالِقِينَ ۝ (الأنبياء: ۳۹)

ان کے پاس موسیٰ دلائل لے کر آیا۔ لیکن انھوں نے زمین میں استکبار کی روش اختیار کی اور وہ بچ بچل نہ سکے۔
فرعون اور اس کے اعیان سلطنت نے استکبار کی وجہ سے حضرت موسیٰ کی تعلیمات کو جس غرور کے ساتھ ٹھکرایا اور اس کے نتیجے میں جس طرح تباہی اور ہلاکت سے دوچار ہوئے اسے قرآن نے ایک اور جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ثُمَّ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ وَأَخَاهُ
هَارُونَ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ
إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ
فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا
عَالِينَ ۝ فَكَانُوا أَنۡتَوٰجِدُ
لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا
عِدُوْنَ ۝ فَكَذَّبُوهُمَا فَكَانُوا
مِنَ الْمُهْلَكِينَ ۝ (المنون: ۴۵-۴۸)

ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی ہارون کو اپنی آیات اور کھلی دلیل دے کر فرعون اور اس کی قوم کے سرداروں کے پاس بھیجا، لیکن انھوں نے سرکشی کی اور وہ تھے ہی منکر لوگ، کہنے لگے کہ کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان کی قوم ہماری غلام ہے۔ انھوں نے موسیٰ اور ہارون کی تکذیب کی اور ہلاک ہو کر رہے۔
اور بھی بہت سی قوموں نے اسی استکبار کی بنا پر اللہ کی اطاعت اور اس کے رسولوں کی ہدایت کا انکار کیا اور بالآخر تباہی اور بربادی سے دوچار ہوئیں۔

فساد فی الارض

قوموں کے بگاڑ اور ان کی تباہی کا ایک سبب فساد فی الارض رہا ہے۔ جب کسی فرد یا قوم میں فساد آتا ہے تو اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے اور اس کا وجود نقصان ثابت ہونے لگتا ہے۔ فساد کی ضد صلاح ہے۔ کسی چیز کی افادیت کا باقی رہنا اور دوسروں کے لیے اس کا کارآمد اور مفید ہونا صلاح ہے۔ جو قومیں تباہ ہوئیں قرآن نے ان کا ایک جرم یہ بیان کیا ہے کہ وہ زمین میں فساد پھیلا رہی تھی۔ ان کے ذریعہ دنیا کو فائدے اور نفع کی جگہ ضرر اور نقصان پہنچ رہا تھا، انھوں نے قتل و خون ریزی

نسل کشی، بھیتوں اور باغوں کی تباہی، معاشیات کی بربادی، تعلقات کی خرابی، حقوق کی پامالی، کاروبار میں جھوٹ، دھوکہ، فریب جیسی روش اختیار کر رکھی تھی۔

اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی دعوت اسی فساد کے خلاف ہوتی تھی۔ وہ پورے زور اور قوت کے ساتھ کہتے تھے کہ زمین میں فساد نہ مچایا جائے۔

وَلَا تَفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوا إِلَىٰ خَيْرٍ
وَمَا يَرْضَىٰ اللَّهُ فَرِيضَةً
مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۗ (الزمر: ۵۶)

زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ
مچاؤ اور خوف اور توقع سے اسے پکارو،
بے شک اللہ کی رحمت مسنن سے
قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین میں اصلاً امن و سکون اور صلاح و فلاح رکھی ہے۔ اس کا پورا نظام اسی مقصد کے لیے وجود میں آیا ہے۔ اس کے پیغمبروں کی بعثت اسی کے لیے ہوتی ہے۔ فساد اس کی اصل حالت کو بدلنے کا نام ہے جب زمین میں فساد پھیلتا ہے تو اس کے ساتھ خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ ”زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کی اصلاح کے بعد“ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں اور اپنی ہدایات کے ذریعہ زمین کی اصلاح کر دی ہے، تم اس میں بگاڑ نہ پیدا کرو۔

فساد اور اصلاح کا تصور بہت وسیع ہے۔ علامہ ابو حیان اندلسی کہتے ہیں۔

”یہاں زمین میں ہر قسم کا فساد برپا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ اس میں جان، مال، نسب، عقول و ادیان ہر چیز کا فساد شامل ہے بعد اصلاح کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے زمین کو مخلوق کے منافع اور بندوں کے مصالح کے مطابق بنایا ہے۔ اس میں بگاڑ نہ پیدا کیا جائے۔ اصلاح اور فساد کے تعین کے ذیل میں مفسرین کے مختلف بیانات ہیں، انہیں بطور مثال سمجھنا چاہیے۔ اس لیے کسی ایک شکل کی تعین کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ مفسرین نے جو کچھ کہا ہے علامہ ابو حیان اس سب کو اس میں شامل سمجھتے ہیں جیسے عدل و انصاف“

لے قاضی بیہاوی فرماتے ہیں بعد اصلاح بابعث الانبیاء و شرع الأحکام (انوار التنزیل: ۳۲۶/۱ دارالکتب العلمیہ

بیروت، لبنان ۱۹۸۸) اس کے بعد آیت ۸۹ کے ذیل میں لکھتے ہیں بعد اصلاح ہا ای بعد ما اصلم امرھا

أواھلھا الانبیاء و اتباعہم بالشرائع (بیہاوی: ۳۲۹/۱)

قومیں کیوں ہلاک ہوتی ہیں

کے بعد ظلم، ایمان کے بعد کفر، اطاعت کے بعد معصیت، معصیت کا ارتکاب جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ بارش روک دیتا ہے اور قحط آجاتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ باران رحمت کے ذریعہ کھیتوں اور باغوں کو سیراب کرتا ہے، فساد یہ ہے کہ ان کو برابر ادا کر دیا جائے، و قحط اور پھلوں کو اجاڑ دینا، اللہ کے رسولوں کی تکذیب، شریعت اور احکام شریعت کے آنے کے بعد اس کی مخالفت، سب اس میں شامل ہے۔

حضرت شعیب اپنی قوم کو دعوتِ اصلاح کے ساتھ فساد سے باز رہنے کی تلقین کرتے ہیں اور مفسدین کے انجام سے آگاہ فرماتے ہیں:

وَإِنِّي مَدِينٌ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا
قَالَ لِقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَهِ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَاتٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ
وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ مُّبِينٍ وَتَصَدَّقُوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَن آمَنَ بِهِ وَتَبِعُوا نَهْجَ عِيسَىٰ وَأَذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَبِيلاً فَنَشَرَكُمْ وَأَنْظَرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ (الاعراف: ۸۵-۸۶)

اور میں ان کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے دلیل آچکی ہے پس تم تپاؤ اور تولوں کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم کر کے نہ دو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو اور راستوں پر مت بیٹھو جھکیاں دیتے ہو اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں انہیں اس کے راستے سے روکتے ہوئے اور میری راہ کی تلاش میں۔ یاد کرو کہ جب تم تھوڑے تھے تو اللہ نے تمہاری تعداد بڑھائی اور دیکھو

مفسدین کا کیا انجام ہوا۔
فرعون نے بنو اسرائیل کے ساتھ جو ظالمانہ رویہ اختیار کر رکھا تھا اور جس طرح وہ ان کی نسل کشی کر رہا تھا وہ فساد کی بڑی بھیانگ شکل تھی۔

سہ ابو حیان۔ البحر المحیط ۲/ ۳۱۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۳ء

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ
 وَجَعَلْنَا أَهْلَكَ بِأَشْيَعًا يُسْتَفْعَعُونَ
 طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَدَّ بِحُجْرٍ
 آبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَفْجِي نِسَاءَهُمْ
 إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ
 (القصص: ۴)

بے شک فرعون نے زمین (مصر) میں
 سرکشی کی تھی اور اس کے باشندوں کو
 گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان کے ایک
 گروہ کو کم زور کر رکھا تھا۔ ان کے بیٹوں کو
 ذبح کر دیتا اور عورتوں کو زندہ رکھتا تھا۔
 بے شک وہ مفسدین میں سے تھا۔

حضرت موسیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کے سامنے اللہ کا دین دلائل کے
 ساتھ پیش کیا اور اصلاح حال کی دعوت دی، لیکن ان مفسدین نے اسے رد کر دیا۔
 قرآن مجید نے ایک جگہ ان کے انجام کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ
 مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
 وَمَلَائِكَتِهِ فظَلَمُوا إِلَيْهِمْ
 فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 الْمُفْسِدِينَ ۝ (الاعراف: ۱۰۳)

پھر ہم نے ان (سابقہ انبیاء) کے بعد
 موسیٰ کو اپنی آیات دے کر فرعون اور
 اس کے سرداروں کے پاس بھیجا۔ انہوں
 نے ان آیات کے ساتھ ظلم کیا پس دیکھو
 کہ ان مفسدین کا کیا انجام ہوا۔

یہ مثالیں اس حقیقت کو آشکار کرتی ہیں کہ جب کوئی قوم صلاح کی جگہ فساد
 کی راہ پر چل پڑتی ہے اور تذکیر و تنبیہ کے باوجود اپنی روش نہیں بدلتی تو وہ اللہ
 کے غضب کا شکار ہو جاتی ہے۔

ظلم و عدوان

ظلم و عدوان فساد ہی کی ایک شکل ہے جس قوم نے بھی عدل و انصاف
 کو چھوڑ کر ظلم کی راہ اختیار کی وہ بالآخر تباہ ہو کر رہی۔ ظلم و عدوان کے کئی پہلو ہیں۔
 قرآن مجید میں شرک کو ظلمِ عظیم کہا گیا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی،
 اس کی ہدایت سے بے نیازی، مصیبت کا ارتکاب، انسانوں کی حق تلفی اور ان
 کے ساتھ غیر اخلاقی اور غیر انسانی رویہ اختیار کرنا، یہ سب ظلم کی مختلف شکلیں ہیں۔
 ظلم کسی چیز کے غلط استعمال کو کہا جاتا ہے۔ جب انسان اپنی فہم و فراست اور صلاحیتوں

کا غلط استعمال کرتا ہے تو وہ اپنے آپ پر اور دوسروں پر ظلم کرتا ہے۔ یہی معاملہ قوموں کا ہے۔ جو قومیں اپنی قوت و صلاحیت کو غلط طریقے سے استعمال کرتی ہیں وہ اپنے ساتھ بھی ظلم کرتی ہیں اور دوسروں پر بھی ظلم و ستم ڈھاتی ہیں۔ ہو سکتا ہے چند دن ان کی شان و شوکت اور حکومت و طاقت کے ڈنکے بجتے رہیں، لیکن بہت جلد تباہی ان کی مقدر ہو جاتی ہے۔ جو قومیں تباہ ہوئیں قرآن مجید نے صراحت کی ہے کہ انہوں نے ظلم کا راستہ اختیار کر رکھا تھا۔ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ أَهَلَّكُنَا النَّقْرُونَ
مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَا ظَلَمُوا
وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ
وَمَا كَانَ لِأُولَئِكَ يَوْمَئِذٍ لَكَ
لُجْزَى الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝
(یونس: ۱۳)

ہم نے تم سے پہلے بہت سی قوموں کو ہلاک کر دیا جب انہوں نے ظلم کیا، ان کے پاس ان کے رسول دلائل کے ساتھ آئے۔ وہ ایمان لانے والے نہ تھے (ایمان نہ لائے اور اپنے انجام سے دوچار ہوئے) اسی طرح ہم مجرمین کو نذر دیتے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا:-

وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا
مَا أُتْرِقُوا فِيهِ وَكَانُوا
مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ
لِأَهْلِكَ النَّقْرَى بِظُلْمٍ
وَأَهْلِيهَا مُصْلِحُونَ ۝ (ہود: ۱۱۲-۱۱۴)

جن لوگوں نے ظلم کیا وہ جس عیش میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور وہ مجرم اور خطا کار تھے۔ تمہارا رب بستیوں کو ناسحق ہرگز ہلاک نہیں کرتا جب کہ وہاں کے لوگ نیک اور صالح ہوں۔

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا قانون ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔
وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ

لہ ان آیات کے ذیل میں قاضی بیضاوی فرماتے ہیں:-

”وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِقُوا فِيهِ“ ما النعمانية من الشهوات واهتموا بتحصيل اسبابها واعرضوا عما ورثوا ذلك” وکانوا مجرمین ”کانون کا نہ اراد ان یبین ما کان، السبب لاستعمال الأمم السالفة و هو فساد نظم فیہم واتباعہم للہوی و ترک النہی عن المنکرات مع الکفر (بیضاوی: ۱۱۲/۱)“

الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي
 أُمَّهَاتِنَا نُورًا أَعْلَمِيَهُمْ
 الْإِتِّبَاءَ وَمَا كُنَّا مُهْلِكُوا الْقُرَىٰ
 إِلَّا وَآهْلَهَا ظَالِمُونَ ۝

کہ تا جب تک کہ ان کی بڑی بستی میں رسول
 نہ بھیج دے جو انہیں ہماری آیتیں سنائے
 اور ہم بستیوں کو ہرگز ہلاک نہیں کرتے مگر
 اس وقت جب کہ اس کے باشندے
 ظلم کر رہے ہوں۔ (قصص: ۵۹)

ارتکابِ سیئات

اگر کوئی قوم دنیا ہی کو سب کچھ سمجھ بیٹھے اور اپنے وسائلِ حیات کو عیش و عشرت
 میں لگا دے، فسق و فجور کی راہ پر چل پڑے، اللہ کی ہدایت اور رہنمائی کا انکار کرنے،
 اس کے رسول کی تکذیب اور اس کے خلف سازشیں اور خفیہ تدبیریں کرنے لگے
 اور اس کے اور اس کے ساتھیوں کے درپے آزار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب
 کو دعوت دینے لگتی ہے۔ قرآن مجید نے ارتکابِ سیئات کے نتیجے سے بار بار آگاہ
 کیا ہے۔ فرمایا:

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ
 السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْفِقُونَا سَاءَ
 مَا يَحْكُمُونَ ۝ (العنکبوت: ۲۰)

کیا ان لوگوں نے جو برائیوں کا ارتکاب
 کرتے ہیں، سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بازی لے
 جائیں گے۔ برا فیصلہ ہے جو وہ کر رہے ہیں۔

برائیوں کے ارتکاب سے مراد فکری گمراہی اور عملی بگاڑ دونوں ہی ہیں۔ اللہ کی
 نافرمانی اور اس سے بغاوت کے بعد کسی کا یہ سوچنا کہ وہ اس کی ٹیکڑ سے بچ جائے گا،
 بہت بڑی نادانی ہے۔ سورہ نحل میں زیادہ سخت الفاظ میں تنبیہ کی گئی ہے:

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ
 أَنْ يَحْسِبَ اللَّهُ بِهِمُ الْآزِينَ
 أَنْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ
 لَا يَشْعُرُونَ ۝ أَوَيَأْخُذُهُمْ فِي
 قُلُوبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ۝
 أَوَيَأْخُذُهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّبٍ ۝

کیا وہ لوگ جو برائیوں کا ارتکاب کرتے
 ہیں وہ اس سے بے خوف ہو گئے کہ ان
 ان کو زمین میں دھنسا دے یا ان پر اس
 طرف سے عذاب آجائے کہ اسے وہ محسوس
 نہ کریں، یا انہیں (ان کے سفروں میں) چلتے
 پھرتے پھرتے اور وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے

تو میں کیوں ہلاک ہوتی ہیں

فَإِنَّ رَبَّكُمُ لَءَوَّفٌ
رَّحِيمٌ (النحل: ۴۵-۴۶)

یا انہیں آہستہ آہستہ کر کے پکڑ لے۔ بے شک تمہارا رب بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

جو قومیں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ وسائل حیات کو اپنی قوتِ بازو کا نتیجہ سمجھتی ہیں اور جن کی زندگی آلودہ نفسیات ہو جاتی ہے ان کی دنیا و آخرت تباہ ہو کر رہتی ہے تنگ دستی اور خوش حالی میں غلط کارا افراد اور اقوام کی نفسیات اور اس کے عبرت ناک انجام کا چند جملوں میں ذکر ہے۔

فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ
دَعَا نَادِيَهُ إِذَا أَحْوَى لِنَدَاهُ
يُعَمَّهُ مَثَلًا قَالَ إِنَّمَا
أُوتِيْتَهُ عَلَىٰ عِلْمٍ بَلْ هِيَ
فِتْنَةٌ وَلَئِن كُنَّا لَهُم كَافِرِينَ
لَيَعْلَمُونَ هَ قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ
مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ
مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ هَ فَاصْبِرْ لَهُمْ
سَيِّئَاتِ مَا كَسَبُوا ط وَ
الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ حَقًّا
سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتِ مَا كَسَبُوا
وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ هَ (الزمر: ۲۹-۵۱)

جب آدمی کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہیں پکارتا ہے پھر جب ہم اپنی جانب سے راحت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھے اپنے علم (اور صلاحیت) کی وجہ سے ملا ہے بلکہ فتنہ اور آزمائش ہے لیکن ان میں سے اکثر نہیں سمجھتے، یہ بات ان سے پہلے بھی لوگوں نے کہی تھی، لیکن جو کچھ وہ کسب کر رہے تھے وہ ان کے کچھ کام نہ آیا، انہوں نے جو برائیاں کمانی تھیں ان کا بدلہ انہیں مل کر رہا۔ ان میں سے جنہوں نے ظلم کیا ہے انہیں بھی ان کی برائیوں کا بدلہ ملے گا اور وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔

قرآن مجید نے قوموں کی ہلاکت اور تباہی کے جو اسباب بیان کیے ہیں ان میں سے بعض کا یہاں حوالہ دیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات بہت وضاحت کے ساتھ سامنے آتی ہے کہ کسی قوم کی محض مادی ترقی، معاشی خوش حالی اور عسکری طاقت اس کے دوام و بقا کی ضمانت نہیں ہے۔ کوئی قوم مادی لحاظ سے کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر لے، صنعت و حرفت میں وہ معاصر اقوام سے کتنی ہی آگے کیوں نہ ہو، اس کی تہذیب اور کلچر کتنا ہی جاذب اور پرکشش کیوں نہ دکھائی دے رہا ہو اور اسے اغیار پر کتنی ہی بالا دستی کیوں نہ حاصل ہو، اگر اس کے اندر عقیدے اور فکر کا بگاڑ اور اخلاقی

زوال موجود ہے تو اس کا ہر قدم تباہی کی طرف اٹھے گا اور اسے اس کا احساس اس وقت ہوگا جب کہ اللہ کے عذاب کے تازیانے برسنے لگیں گے۔

اس وقت دنیا میں جن قوموں کو سیاسی، تہذیبی اور معاشی برتری اور غلبہ حاصل ہے، جو کم زور اور ترقی پذیر ممالک کے معاملات میں پوری طرح ذلیل اور ان کے دروہستہ کو مختلف طریقوں سے کنٹرول کر رہی ہیں اور جو جس فرد یا طبقہ کو چاہتی ہیں تخت حکومت پر بٹھاتی اور جسے چاہتی ہیں تاج اقتدار سے محروم کر دیتی ہیں، افسوس کہ انہوں نے وہی راستہ اختیار کر رکھا ہے جو تباہ شدہ قوموں کا راستہ رہا ہے۔ یہ قومیں نشہ اقتدار میں اس حقیقت کو فراموش کر چکی ہیں کہ اس دنیا کا ایک خالق و مالک ہے۔ اس کی طاقت بے پناہ اور اس اقتدار لازوال ہے، اس کی قوت قاہرہ کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ بناوت اور سرکشی، ظلم و زیادتی اور استکبار کو برداشت نہیں کرتا۔ معصیت جب حد سے آگے بڑھتی ہے تو اس کا غضب بھرک اٹھتا ہے۔ انسان ہر حال میں اس کی ہدایت اور راہنمائی کا محتاج ہے۔ اس سے بے نیاز ہو کر فلاح و کامرانی کی تلاش سرب کی تلاش ہے۔ ان ترقی یافتہ، یا حکم ران قوموں کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے، جو ان کی ذہنی غلامی سے آزاد ہیں، جو ان کے غلط طرز فکر اور ناروا اقدامات کی تائید نہیں کرتے، جو انہیں اللہ واحد کی بندگی کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی معصیت اور نافرمانی کے انجام سے باخبر کرنا چاہتے ہیں، انہیں وہ اپنا حریف اور دشمن سمجھنے لگتی ہیں اور انہیں ختم کرنے کے لیے ہرزاجائز تہذیب کو جائز قرار دیتی ہیں۔ کیا یہ کسی بڑی تباہی کا پیش خیمہ ہے؟

کچھ تحقیقاتِ اسلامی کے بارے میں

سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کی عمر کا اکیسواں سال چل رہا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے علمی دنیا میں اپنا ایک وقار اور اعتبار قائم کیا ہے۔ کوشش رہی ہے کہ اس کے معیار کو یہی نہیں کہ باقی رکھا جائے بلکہ اسے جہاں تک ہو سکے بہتر بنایا جائے۔ اس نے مختلف موضوعات پر خاصا ٹھوس مواد فراہم کیا ہے۔ اس کے باوجود ہمیں احساس ہے کہ تلاش و تحقیق کے بہت سے گوشے ہیں جو اس میں زیرِ بحث نہیں آسکے ہیں۔ اگر اُسے بھی میں تو ابھی تشنہ ہیں اور مزید توجہ چاہتے ہیں۔ اصحابِ علم اور تحقیقاتِ اسلامی کے قلمی معاونین سے

ہماری درخواست ہے کہ وہ اس مجلہ کو اپنا مجلہ سمجھیں، (فی الواقع یہ ان ہی کا مجلہ ہے) اور اپنی علمی کاوشوں اور تحقیقی نگارشات سے اس کے معیار کو بلند سے بلند تر کرنے میں ہمارا تعاون فرمائیں۔

تحقیقاتِ اسلامی، جیسے علمی مجلات کے لیے مالیات کا مسئلہ ہمیشہ دشوار رہا ہے۔ سہ ماہی ہونے کی وجہ سے اسے ڈاک کی سہولتیں بھی حاصل نہیں ہیں۔ گرانی میں مستقل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان حالات میں یہ پہلے سے زیادہ اصحابِ خیر کی بہمدردی اور توجہ چاہتا ہے۔ دو چار اصحابِ خیر چاہیں تو اسے مالیات کی فکر سے آزاد کر سکتے ہیں۔ تعاون کی شکلیں وہ خود ہی تجویز فرما سکتے ہیں۔ اس سے اللہ نے چاہا تو اس کے کارکن زیادہ یکسوئی سے کام کر سکیں گے۔

پانچ چھ سال سے میرا قیام مرکزِ جماعتِ اسلامی دہلی میں ہے۔ میں اپنی مختلف علمی اور دعوتی مصروفیات کی وجہ سے تحقیقاتِ اسلامی کے لیے اتنا وقت نہیں دے پاتا، جتنا قیامِ علی گڑھ کے زمانہ میں دیا کرتا تھا۔ تحقیقاتِ اسلامی ہمیشہ وقت پر شائع ہوتا رہا ہے، لیکن ادھر اس کی اشاعت میں کافی تاخیر ہونے لگی ہے چنانچہ جولائی تا ستمبر ۲۰۰۲ء کا شمارہ نومبر میں پریس میں جا رہا ہے۔ تحقیقاتِ اسلامی کے کاموں میں برادرِ مڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کا عرصہ سے تعاون حاصل رہا ہے۔ اب ادارہ کی مینٹنگ میں میری درخواست پر انھیں باضابطہ معاون مدیر مقرر کیا گیا ہے۔ رضی الاسلام صاحب ایک سنجیدہ، باصلاحیت اور وسیع المطالعہ صاحبِ علم ہیں۔ ان کی کئی تصنیفات اور تراجم شائع ہو چکی ہیں۔ تحقیقاتِ اسلامی میں پابندی سے لکھتے رہے ہیں۔ ان کے تعاون سے امید ہے تحقیقاتِ اسلامی کو مزید ترقی اور استحکام حاصل ہوگا۔ راقم سے مرکزِ جماعتِ اسلامی کے پتہ پر اور ڈاکٹر رضی الاسلام صاحب سے ادارہ تحقیق کے پتہ پر مراسلت ہو سکتی ہے۔